eISSN: 2791-0342
pISSN:2791-0334

تانیثیت: پدر سری ثقافتی تناظر

FEMINISM IN THE LIGHT OF PATRIARCHAL CULTURAL SYSTEM

پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف کمال
شعبہ اردو گورنمنٹ گریجویٹ کالج بھکر

Prof. Dr. Muhammad Ashraf Kamal
Urdu Department, Govt. Graduate College, Bhakkar.

ABSTRACT

"A society ruled by a man is called a patriarchal society. Where every unit, whether it is a country or an institution or a house, is ruled by a man and his order runs. Only men have the authority to make decisions about women and men. In the system, the head of the house or family is a man who takes care of the family.Patriarchy has been written about for a long time, and mostly by feminist thinkers who have written against it, calling it harmful to women in terms of gender discrimination. If we look at Arikh, we can see that women have the same rights as men in ancient Egyptian civilization. Where women were seen with respect. The people of Sumerian civilization also respected women immensely. On the contrary, in the Assyrian civilization, women were considered to be bound to men. In ancient times, where men risked their lives hunting for wild animals and birds, women gathered grass and collected honey. In ancient times, family, tribe and village were everything, land, herds, all property was considered common and sometimes women too. That is, the status of women was not more than property. In Greek times, women did different things in the house. The first step towards trade was probably taken by women."

KEYWORDS

Patriarchal, Matriarchal, Feminist, Ecofeminism History, Man, Woman, Society, Movement, Identity

پدر سری کا مطلب ایسا معاشرہ ہے جس میں مرد کی حکومت ہو۔ چاہے ملک ہو یا ادارہ یا گھر کی اکائی سب جگہ مرد کی حکمرانی ہو اور اسی کی بات کو حتمی سمجھا جاتا ہو۔ فیصلے چاہے عورتوں سے متعلق ہوں یا مردوں سے، اس کا حق صرف اور صرف مرد کو حاصل ہو۔ پدر سری نظام میں گھر یا خاندان میں دادا، والد، تایا، چاچا یا گھر کا کوئی مرد خاندان کی نگہداشت کرتا ہے۔

ایک عرصے سے پدر سری نظام کے حوالے سے لکھا جا رہا ہے، اور زیادہ تر اس کے خلاف فیمینسٹ سوچ رکھنے والوں نے لکھا ہے اور اسے صنفی امتیاز کے حوالے سے عورت کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے۔

اگر ہم زمانہ قدیم میں کوئی دو ہزار سال قبل مسیح کی تاریخ پہ نظر دوڑائیں تو ہمیں کہیں نہ کہیں مدر سری نظام بھی دکھائی دیتا ہے۔ جہاں تک قدیم مصر کی تہذیب کا تعلق ہے تو وہاں بھی عورت کو مرد کے برابر حقوق حاصل تھے۔

> ''مصری سماج میں عورتوں کی حالت: عورتوں کو سماج میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ان کو بہت اختیارات دیے گئے تھے ان کو آزادی حاصل تھی ان کو قانون کی نظر میں مرد کے برابر سمجھا جاتا تھا بہت سی عورتیں تو جاگیر دار ہوتی تھیں اور وہ کو داس کا انتظام بھی کرتی تھیں گھر کے اندر عورت کا مرتبہ بہت بڑا تھا۔ وہ گھر کی مالک سمجھی جاتی تھی اور سارے انتظامات عورت کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔''(1)

سمرین تہذیب کے لوگ عورتوں کی بے حد عزت کرتے تھے عورتوں کی حالت مصر سے بھی زیادہ اچھی تھی۔ ان کی عورتیں اگر چاہتیں ان کو طلاق بھی دے دی جاتی تھی۔ لڑکے اور لڑکیوں کو پجاری لوگ مندر میں تعلیم دیتے تھے۔ بیبلین تہذیب میں بھی عورتوں کو مرکزیت حاصل تھی۔ عورتوں کی حالت اچھی تھی وہ تجارت کرتیں اور دفتروں میں کام کر سکتی تھیں۔ اس کے برعکس اسیرین تہذیب میں عورتوں کو مرد کا پابند سمجھا جاتا تھا ان کی حالت اچھی نہیں تھی۔ انھیں اپنے شوہروں کی اچھی بری سب باتیں ماننا پڑتی تھیں۔ اسی طرح یونانی سماج میں عورتیں کاتنے اور بننے کا کام کرتی تھیں عورتوں کا سماج میں اونچا مرتبہ تھا۔(2)

ازمنہ عتیق میں جہاں مرد ہر وقت اپنی جان خطرے میں ڈالے درندوں اور پرندوں کا شکار کر رہا تھا، تو ایسے حالات میں عورت گھر پر بیکار نہیں بیٹھی تھی۔ دنیا کی عظیم ترین کشفِ اقتصادی یعنی دھرتی کی دولت ڈھونڈنے کا سہرا اسی کے سر ہے۔ مرد کی عدم موجودگی میں عورت گھاس پات جڑیں اور شہد جمع کرتی۔ کہیں اس نے بیج کو گرتے دیکھ کر درخت بن کر پھل لاتے دیکھا ہو گا اور وہ کاشت کے راز کو پا گئی ہو گی۔ لیکن یہ سب قیاس آرائیاں ہیں۔ یہ طرز کاشت مڈغاسکر میں عام نظر آتا ہے اور یہی عورتوں کے سپرد تھا۔ رومتہ الکبریٰ کے زمانہ عروج میں بھی ہمیں ایسے معبد نظر آتے ہیں جہاں پوترا گنی ہر وقت جلتے رکھنے کے لیے مقدس کنواریاں پجارنوں کا کام دیتیں اور آگ بجھ جانے کی صورت میں ان کی سزا موت ہوتی۔۔۔ شروع میں انسان اپنا بوجھ خود اٹھایا کرتا تھا البتہ شادی کے بعد یہ عورت کے سپرد ہو جاتا۔(3)

قدیم زمانے میں خاندان قبیلہ اور گاؤں سب ہی کچھ تھے زمین ریوڑ سب مال مشترکہ سمجھے جاتے تھے (اور بعض اوقات عورت بھی)۔ یعنی عورت کی حیثیت مال سے زیادہ نہیں تھی۔

> ''پہلے پہل 'خاندان' میں عورت ہی سب کچھ تھی اور مرد کو فالتو سمجھا جاتا تھا آج بھی بعض قبائل ایسے ہیں۔ کہیں شادی کا رواج بھی تھا تو شوہر اپنے گھر ہی رہتا اور گاہے گاہے بیوی سے ملنے آتا۔) پہلے پہل نسل ماں سے چلتی تھی اور ورثہ بھی اس کی طرف سے یہاں تک کہ بادشاہت بھی ماں کے ذریعے ہی بچوں تک پہنچتی تھی، ان چند مثالوں سے قطع نظر قدیمی سوسائٹی میں عورت کو عام طور پر خادمہ ہی

سمجھا جاتا تھا اور وہ قریب قریب غلامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔۔۔ شکاری قبائل اپنی بیویوں سے
بار برداری، جانوروں کا کام بھی لیتے تھے۔ ان لوگوں کی نظر میں عورت۔۔۔ ایک توانا اور جفاکش
جانور تھی جو کڑے سے کڑا کام بھی کر سکتی تھی۔''(4)

یونانی دور کی تاریخ کو دیکھا جائے تو اس میں عورتیں زیادہ تر اون کاتنے کا کام کرتی تھیں، سوت کات کر کپڑا بننا، سینا پرونا، اور لکڑی سے مختلف چیزیں بنانا یہ سب کام وہ گھر میں کیا کرتی تھیں۔

تجارت کی طرف پہلا قدم بھی غالباً عورت ہی نے اٹھایا۔ پھر یہ کام مرد نے سنبھال لیا۔ اور عورت کی جسمانی کمزوری نے مرد کا پلہ بھاری کر دیا۔ اور مرد اپنی بیوی کی اولاد کو اپنی جائیداد اپنی جائیداد کا مالک تسلیم کرنے کے عوض عورت سے فرمانبرداری چاہنے لگا اور اس طرح جائیداد منقولہ کے ظہور کے ساتھ مرد کا قدم زیادہ مستحکم اور باپ کا رتبہ زیادہ بلند ہونے لگا جائداد باپ کے ذریعے منتقل ہونے لگی اولاد مرد کی اولاد کہلانے لگی مادری حقوق کی جگہ پدری حقوق نے لے لی اور 'پطریقی قبیلہ' سماج کا اقتصادی، قانونی، سیاسی اور اخلاقی ادارہ بن گیا۔۔۔ پطریقی قبیلے کا اقتدار عورت کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ شادی سے پہلے وہ اپنے باپ یا بھائی کی ملکیت ہوتی شادی کے بعد وہ اور اس کے بچے شوہر کی شخصی ملکیت بن گئے۔(5)

یوں اخلاقیات میں ایک نئے معیار کا بھی اضافہ ہوا کہ مرد چاہے جتنی عورتوں سے تعلق قائم کر لے مگر عورت اپنے شوہر کی وفادار بن کر رہے۔ عورت نے اپنی زندگی میں بڑے نشیب وفراز دیکھے بعض اوقات اسے مندر میں جانے کی ممانعت تھی، بعض سوسائیٹیوں میں اسے پلید سمجھا جاتا تھا عام طور پر مرد آقا اور عورت غلام ہی نظر آتی ہے۔ قدیم تہذیبوں میں دوشیزگی کو اچھا سمجھنے کی نسبت بانجھ پن کو زیادہ برا سمجھا جاتا تھا اور بعض قبائل میں دوشیزگی کو خوبی سمجھا جاتا تھا۔

جہاں تک مرد معاشرے میں عورت کے اختیارات اور فیصلوں کا تعلق ہے تو ان کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ وہ کسی نہ کسی سطح پر مرد کی ضرورت کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یعنی عورت بحیثیت صنف معاشرے میں ایک دائرے کی حد تک آزاد اور خود مختار تو ہوتی ہے مگر اس سے باہر نہیں۔ بقول سلیم اختر:

''بظاہر آزاد اور خود مختار عورت بھی کسی نہ کسی طرح کی پابندیوں میں جکڑی نظر آتی ہے، ایسی پابندیاں
جو رشتوں اور اقدار سے تقویت پاتی ہیں تو دوسری جانب شرم، حیا، وفا، خدمت، اطاعت پر مبنی
کرداروں سے اسے مزید استوار کیا جاتا ہے یوں عورت مرد کے بنائے ہوئے سانچے میں ڈھل کر عمر
بتا دیتی ہے۔ اور یہ دام ہم رنگ آشیاں۔۔۔ سماجی مقام، معاشی آسودگی اور جذباتی تحفظ جیسے خوش
رنگ انعامات کے باعث نہ صرف قابل قبول ہو جاتا ہے بلکہ عورت کے لیے بھی مقصدِ حیات قرار
پاتا ہے۔''(6)

ماریا مئیس (Maria Mies) جنھوں نے ۱۹۹۳ء میں Vandana Shiva کے ساتھ مل کر ایکو فیمنزم (Ecofeminisz) جیسی کتاب لکھی ہے جو کہ ایک کیمونسٹ فیمسٹ ہیں ان کے خیال میں مرد شکاری دوسرے قبیلوں کی عورتیں اور نو عمر لڑکے پکڑلاتے تھے۔اور یوں ان کی املاک اور طاقت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔پہلے عورتیں زرعی کام کرتی تھیں اور فاضل اناج جمع کرنے کے لیے برتن بھی بناتی تھیں۔ابتدائی شکل کے زرعی آلات بھی عورتوں نے ہی بنائے تھے۔اس وقت مرد کی شکاری سرگرمیاں ثانوی اہمیت رکھتی تھیں۔دنیا میں مختلف سماج مختلف طرح سے پروان چڑھے۔اس کا تعلق آب و ہوا، پودوں اور مویشیوں کی اقسام سے تھا۔ زراعت کے لیے ایک جگہ آباد ہونے کے لیے زرخیز میدان اور دریائی وادیاں درکار تھیں۔زائد وسائل اور نجی ملکیت جمع کر کے ایک طبقہ دوسرے پر حاوی ہوتا چلا گیا۔اور یہ طبقہ مردوں کا تھا۔اینگلز کا کہنا ہے کہ نجی ملکیت کے ادارے کے وجود میں آنے سے عورتوں پر مظالم کا آغاز ہوا۔یہ پدرسری نظام کا آغاز تھا۔

ماریا میئس کی پدرسری پر تحقیق کے مطابق تاریخ کے ابتدائی دور میں مرد شکار کرنے جاتا تھا اور شکار کے لیے ہتھیار بنانے اور استعمال کرنے کی مہارت نے اپنے سماج میں اسے حاکمانہ حیثیت دلا دی۔خانہ بدوش قبائل کی زندگی گزارتے اور گلہ بانی کرتے ہوئے مرد مویشیوں کی افزائش میں مصروف رہتے تھے اور عورتوں کو جڑی بوٹیاں جمع کرنے کا کم اہمیت والا کام سونپا گیا تھا۔عورت پر نسل بڑھانے کے لیے دباؤ تھا اور مویشیوں اور عورتوں دونوں پر مرد کا کنٹرول بڑھ گیا تھا۔یوں ایک مرد اساس معاشرہ وجود میں آتا چلا گیا۔

آسان لفظوں میں پدرسری سے مراد مرد کا دیگر اشیا کی طرح عورت کو کنٹرول کرنا اور اس پر ظلم کرنا ہے۔یہ ظلم صرف اقتصادی شکل میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا اظہار دیگر کئی طریقوں سے بھی ہوتا ہے۔خاص طور پر عورتوں کے لیے استعمال کی جانے والی زبان، خاندانی رشتوں، اسٹیریو ٹائپس، مذہب اور ثقافت کے ذریعے بھی اس کا اظہار ہوتا ہے۔عورت پر ہونے والے مظالم کیا شکل اختیار کرتے ہیں، اس کا انحصار اس پر ہے کہ وہ پہلی دنیا یا شمال کی باسی ہیں یا تیسری دنیا کی، اور وہ شہروں میں رہتی ہیں یا دیہاتوں میں۔ڈینس کومین کے بقول ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے یا اپنے استحصال کا احساس ہو جانے کا مطلب لازمی طور پر پدرسری پر سوال اٹھانے کی شکل میں نہیں نکلتا، جیسے مزدور طبقہ سیدھے سیدھے سرمایہ داری کے خاتمے کا فیصلہ نہیں کرتا لیکن باس کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانا شوہر کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی نسبت آسان ہوتا ہے۔(7)

موجودہ دور میں مغرب کی تانیثی تھیوری کے تناظر میں پدرسری معاشرے سے ایسا معاشرہ مراد لیا جاتا ہے جس میں عورتوں کو کمزور اور اور مردوں سے کمتر مخلوق سمجھتے ہوئے جان بوجھ کر تمام معاملات اور فیصلوں سے دور رکھا جائے، جہاں سارے نظام کی باگ ڈور اور حکمرانی صرف مردوں کے ہاتھ میں ہو اور خواتین کو اس قابل نہ سمجھا جائے کہ وہ کسی نظام یا گھر کو چلا سکتی ہے۔اور اسی تناظر میں اسے حکمرانی سے دور رکھا جاتا ہو۔اس قسم کے معاشرے کو پدرسری معاشری قرار دیا جاتا ہے۔

مغرب میں تانیثی شعور بیدار ہونے کے بعد مشرقی ممالک میں بھی تانیثیت کے تحت خواتین میں اپنی شناخت اور حیثیت منوانے اور مردوں سے برابر حقوق لینے کے لیے مختلف تحریکیں سامنے آتی رہتی ہیں۔ پدر سری نظام کے خلاف مختلف نعرے لگائے جاتے ہیں مارچ کیے جاتے ہیں۔اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عورتوں کو بھی حقوق سے جائیں اور جب حقوق سے جائیں تو ایسے ہی جیسا کہ مردوں کو حقوق حاصل ہیں اور انھیں کسی بھی میدان میں مردوں سے کسی بھی صورت میں کم تر نہ سمجھا جائے۔

دنیا میں کئی صدیوں سے مسلط پدر سری سماج نے ہمیشہ مردوں کے مقابلے میں عورت کو مرد کم تر سمجھا۔ جہاں بھی عقل ودانائی، علم ،ذہانت، فہم وفراست کی بات کی جاتی رہی ہے عورت کو اس قابل نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے ہمیشہ مرد کے مقابلے میں کم ذہن رکھنے والا سمجھ کر برتاؤ گیا۔ بعض اوقات عورت جب سماجی رویوں اور اپنی بے عزتی کے خیال سے اپنی بات اور احساسات وجذبات کے اظہارات کو سامنے لانا ہی چھوڑ دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ مزید نفسیاتی مسائل کا شکار ہو کر مردوں کے طعنے کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ بعضا وقات وہ ایک بند پھول،ایک پہیلی قرار دی جاتی ہے جسے سمجھنا مرد کے بس کا روگ نہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ اسے پدر سری معاشرے کی جکڑ بندیوں کی وجہ سے مرد پہ اعتبار نہیں کہ وہ اس کی سوچ کو اہمیت دے گا۔ عورت ہمیشہ مختلف تعصبات اور فرسودہ ثقافتی ومذہبی بیانات کی وجہ سے معاشرے میں اپنا مقام حاصل کرنے سے قاصر رہی ہے۔ کبھی عورتوں کو چڑیلیں قرار دیا گیا، کبھی ان پہ آسیب اور جنوں اور بھوتوں کا سایہ بتایا گیا۔ عورت کو سمجھنے کے لیے اسے پدر سری پیچیدہ رویوں اور تعصبات سے یوں سے نکالنا ہوگا۔اور اسے اپنے جذبات کے اظہار کی کھلی چھٹی دینا ہوگی۔

پدر سری سماج کا ایک اور مسئلہ یہ بھی رہا ہے کہ عورت کو اپنے جذبات کے اظہار سے روکا گیا۔ مرد پسند نہیں کرتے کہ عورت قلم اٹھائیں اور ان کے بارے میں یا اپنے کرب اور غم کے بارے میں کچھ لکھیں۔ پدر سری سماج میں تمام عورتوں کا ایک مقام نہیں ہے بلکہ رشتوں کے حوالے سے انھیں الگ الگ مقام پر رکھا جاتا ہے۔ جو مقام ماں کا ہے ویسی عزت بیوی کو نہیں دی جاتی۔ جیسے لوگ اپنی بیٹیوں کو مقام دیتے ہیں وہ دوسروں کی بیٹیوں کو نہیں دیتے۔ پھر اپنے ہی بیٹوں اور بیٹیوں میں وراثت اور وسائل کی تقسیم کے حوالے سے فرق رکھتے ہیں۔

اگر ہم مسلمانوں میں قرآن اور اسلامی قانون کے تحت دیکھیں تو خواتین اور مردوں میں تفریق نہیں رکھی گئی۔ پہلی بار اسلام نے خواتین کو عزت اور وقار دیا۔اس کو معاشرے میں باعزت پہچان دی۔اور قرآن میں عورتوں مردوں کو علیحدہ علیحدہ کے بجائے ایک جیسا مقام دے کر انھیں ایمان والو کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو پاکستانی آئین میں بھی عورت اور مرد میں تفریق نہیں رکھی گئی۔

زیادہ تر عورت کی نسبت مرد کی ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے اور اسے پورے گھرانے کی کفالت کا ذمہ اٹھانا پڑتا ہے۔اسے ہی تمام قسم کا خرچہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کبھی بیوی کے لیے اسے بری بنانی پڑتی ہے کبھی بیٹی کے لیے جہیز تیار کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات بہنوں کی ذمہ داریوں بھی وہی پوری کرتی ہے۔ بوڑھے والدین کی کفالت بھی اسی کے کاندھوں پر ہوتی ہے۔ باہر کے موسم کی سردی اور گرمی کو برداشت کرنا پڑتا ہے جب کہ خواتین گھروں میں رہ کر گھریلو کام اور ذمہ داریاں انجام دیتی ہیں۔

گھر سے باہر نظر ڈالیں تو ہمیں لیڈیز فرسٹ کے حوالے سے بینکوں، ریلوے سٹیشنوں، ائیرپورٹس اور دوسری ایسی تمام پبلک ڈیلینگ کی جگہ خواتین کے لیے الگ کاؤنٹر نظر آتے ہیں۔تاکہ ان کا کام مردوں کی وجہ سے لیٹ نہ ہو۔اسی طرح سکولوں، کالجوں میں خواتین کی نشستیں، اپائنٹمنٹ، پروموشن بھی مردوں کی نسبت الگ ہے تاکہ ان کی ترقی میں مرد حائل نہ ہوسکیں یا مردوں کی ترقی میں وہ حائل نہ ہوسکیں۔بسوں، گاڑیوں اور پبلک ٹرانسپورٹ میں خواتین کی عظمت و عزت اور غیرت کے پیش نظر ان کے لیے نشستیں مخصوص کر دی گئی ہیں۔چاہے جتنا بھی رش ہواُن کے ساتھ کسی نامحرم مرد کو نہیں بٹھایا جاتا۔اسی طرح مختلف کمپنیوں اور اداروں میں رات کی شفٹ میں بھی خواتین کے بجائے صرف مردوں کو کام کرنے کی اجازت ہوتی ہے تاکہ خواتین کو کسی قسم کی دشواری یا عدم تحفظ کا مسئلہ سامنا نہ کرنا پڑے۔

معاشرے کو پدر سری کہنے سے پہلے اس بات پہ بھی توجہ کی جانی چاہئے کہ یہ سب ذمہ داریاں مرد کو زیادہ نبھانا پڑتی ہیں یا خواتین کو۔کیا مرد گھر کا صرف سربراہ ہوتا ہے یا مالک بھی ہوتا ہے۔پدر سری معاشرے میں دراصل مردوں کی حاکمیت ہوتی جہاں خواتین کو بالکل کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں ہوتی۔ ہمارے یہاں تو ایک آئین اور قانون کے تحت تمام معاملات طے کیے جاتے ہیں جو کہ خواتین اور مردوں کو برابر کے حقوق دیتا ہے۔اگر ایک عورت اپنے خاوند سے تنگ ہے یا وہ اسے مارتا پیٹتا ہے تو وہ عدالت سے رجوع کر کے اس سے علیحدگی لے سکتی ہے۔

خواتین کو معاشرے میں اگر وہ چاہیں تو برابر کی سطح پر ذمہ داری پوری کرنے کے مواقع دیے جانے چاہئیں۔دیہاتوں میں خواتین کھیتوں میں کام کرتی ہیں، گھر میں استعمال کے لیے دور دراز سے پانی بھر کر لاتی ہیں، ہل چلاتی ہیں، کھیتی باڑی کرتی ہیں۔

ہمارے یہاں خواتین کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے اور اس کا ووٹ کسی بھی طرح مرد کے ووٹ سے کم نہیں ہے۔

> ''تانیثیت کے بنیادی نکات میں اہم نکتہ یہ ہے کہ مرد اساس معاشرے نے 'عورت' کی ذہنی تشکیل اور اس کی تشریح ویسی ہی کی ہے جیسا کہ وہ خود چاہتا تھا اور شاعرات نے اپنی حق تلفی کے خلاف مزاحمتی اور احتجاجی رویہ اختیار کیا جو ہم عصر غزلیہ شاعری میں تانیثیت کے رجحان کے نام سے نظر آتا ہے۔''(8)

مرد کے خیال میں عورت شعور کو مرد کے ذریعے حاصل کرتی ہے۔

اوٹو وننگز(Otto Weninger) کے خیال میں عورت عقلی اور اخلاقی طور پر مرد کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یعنی اس نے مرد کی فکری بصیرت اور برتری کی بات کی۔ کیونکہ عورت محدود نقل و حرکت کر سکتی ہے مرد کی طرح اس کا دائرہ کار وسیع نہیں ہو سکتا۔ (9)

پدرسری معاشرے میں عورت کے کام مخصوص کر دیے گئے اور اسے زیادہ تر گھر کے اندر محدود کرنے کی کوشش کی گئی اور عورت کے لیے اس سے زیادہ امکانات کی طرف جانا ممنوع قرار دیا گیا۔

ہم کوئی بھی تہذیب کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں وہاں عورت اور مرد کے درمیان تصادم نہیں انھیں ایک دوسرے کا حریف نہیں بلکہ زوج بنانے کی طرف رجحان ملتا ہے۔

اگر ہم اس کائنات میں انسان کے ظہور کی بات کریں تو سب سے پہلے یہاں حضرت آدم اور حضرت حوا تشریف لائیں حضرت حوا کو آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا یوں عورت اور مرد ایک دوسرے کا اٹوٹ انگ ہیں۔ دونوں کے لیے لفظ انسان استعمال کیا جاتا ہے۔

وَ خُلق لانسان ضعیفا (اور انسان کو کمزور ہی پیدا کیا گیا) (سورۃ النساء، آیت نمبر 28)

کہیں عورت اگر مرد سے کمزور ہے تو کئی معاملات میں مرد سے زیادہ ہمت اور طاقت کا مظاہرہ بھی کرتی ہے۔ دونوں کا حیاتیاتی اور ذہنی و نفسیاتی حوالے سے الگ الگ اپنا اپنا دائرہ کار ہے۔

زمانۂ قدیم کی کئی تہذیبوں میں عورت کو مردوں پہ فوقیت حاصل رہی۔ بابلی تہذیب عورت کو فوقیت دیتی تھی اور اسے جائیداد میں وارث بھی ٹھہراتی تھی۔ (10)

دنیا کو ایک فلاحی ادارہ بنانے کے لیے فیمنسٹ سوچ کے حامی یہ چاہتے ہیں کہ مرد کے برابر عورت کو حقوق بھی دیے جائیں اور کام کرنے کی سہولت بھی دی جائے۔ تاکہ دنیا میں نظامِ زندگی چلانے کے لیے دونوں کا پلڑا برابر ہو سکے۔ بقول نصیر الدین بٹ:

> ''بین الاقوامی سطح پر زندگی کے تمام شعبوں میں مساوی سلوک اور احترام کی وجہ سے برابری کی بنیاد پر اہم ذمہ داریاں عورتوں کو بھی 50% کی بنیاد پر ملیں گی جس کے نتیجہ میں ترقی یافتہ ممالک کے بین الاقوامی سطح پر سلامتی کونسل میں بیٹھے حکمران مردوں کے بجائے پھر 50% سے زیادہ عورتیں بھی وہاں موجود ہوں گی جس کے نتیجہ میں یہ مردانہ آمریتی ادارہ دنیا میں پھر انسانی تحفظ کا ادارہ ہو گا۔'' (11)

موجودہ دور میڈیا کا دور ہے مگر ابھی بھی عورتوں کی شناخت اور پدرسری سماج میں ان کے حقوق کے لیے بہت کچھ کیا جانا باقی ہے یہ بات ضرور ہے کہ پہلے کی طرح اب عورت کو زیادہ دیر اس کی چٹیا سے باندھ کر نہیں رکھا جا سکتا۔ یا خاندان میں اسے کم تر اور وجہ تنازع نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور اسے موجودہ دور میں یہ بھی پسند نہیں کہ اسے کمزور اور کم عقل سمجھتے ہوئے صنف نازک قرار دے کر کسی کنارے سے لگا دیا جائے۔

عورت اپنی جسمانی ساخت اور جذباتی کیفیات اور بچوں کے ساتھ قریبی تعلق کی وجہ سے نرم دل تو ہو سکتی ہے مگر اب اسے اپنے حقوق کی بازیافت سے زیادہ دیر تک باز نہیں رکھا جاسکتا۔اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بعض عورتیں ایک مضبوط شخصیت اور قوت ارادی کی مالک بھی ہوتی ہیں جو کہ اپنے گھروں، معاشروں اور دنیا کو بدل کر رکھنے کی ہمت رکھتی ہیں۔بے شمار گھرانوں میں جہاں مرد کمزور ہیں یا معاشی مجبوریاں ہیں عورت مرد سے زیادہ کام کرتی ہے اور ڈٹ کر سماج کا مقابلہ کرتی ہے۔عورت کے حوالے سے موجودہ سسٹم میں سماجی شعور کے ارتقاء کے لیے کام ہونا چاہئے۔انھیں بھی اظہار کی اتنی ہی آزادی ملنی چاہئے جتنا کہ مردوں کو حاصل ہے۔کیونکہ ایک متوازن اور خوشگوار معاشرت کے لیے عورت کو یکساں سہولیات دے کر اس کی عزت واحترام کو ملحوظ خاطر رکھنا وقت کی بڑی ضرورت ہے۔کیونکہ موجودہ دور میں صرف مرد کے کام کرنے سے انسانی، اخلاقی، تہذیبی و ثقافتی اور معاشی مسائل حل ہونے والے نہیں ہیں۔

> ''تانیثیت کا بنیادی اصرار اس بات پر کہ عورت کی زبوں حالی پہ ترس کھانے کے بجائے اسے ایک عام انسانی وجود کے طور پر پیش کیا جائے جو خوب وزشت کا مجموعہ ہو، کہ اس کا وجود بے لوث ماں، اطاعت شعار بیوی اور غیر جانبدار بیٹی یا بہو سے ماورا بھی ہے اور وہ اپنی کائنات کی خود مختار Arbiter بھی ہے وہ ایک ایسا خود مکتفی وجود بھی رکھتی ہے جو اپنی تمام تر پیچیدگیوں اور تضادات کو بھی پیش کر سکتی ہے۔تانیثیت اس سوال کو بھی مرکزی اہمیت دیتی ہے کہ معاشرہ جو ایک طرف تو بیوی کو نصف بہتر یا ادھ انگنی ٹھہراتا ہے وہ آخر عورت کو اقتصادی اور معاشرتی سطح پر مساوی حقوق کیوں نہیں دیتا۔''(12)

طبعیاتی (جسمانی فرق) اور نفسیاتی پہلوؤں (نرم فطرت، نرگسیت وغیرہ) سے قطع نظر سیاسی طور پر پدرسری طاقت کا ایک متحرک نظام ہے۔جو مرد کی بالادستی کے خلاف کی جانے والی کسی بھی تبدیلی کی کوشش کی مزاحمت کی صلاحیت رکھتا ہے۔جب کہ فیمنسٹس یا خواتین کے حقوق کے حامی یہی تبدیلی لانے کے لیے کوشاں رہے ہیں۔یہ کوشش بنیادی طور پر وسائل، علم اور طاقت کے لیے کی جانے والی طبقاتی جنگ ہے۔اس وقت دنیا کے بیس فی صد امیر ترین افراد دنیا کی تراسی فی صد دولت کے مالک ہیں جب کہ دنیا کے بیس فی صد غریب ترین افراد کو اس دولت کا ایک فی صد حاصل کرنے کے لیے بھی شدید جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔پدرسری کے مختلف نظریات کے مطابق سماج میں آنے والی تبدیلیوں سے قطع نظر مرد کی بالادستی ویسی ہی رہی ہے۔(13)

برصغیر میں چاہے سماج ہو سیاست، اقتدار ہو یا تجارت ہر طرف مرد چھائے ہوئے ہیں۔اور کسی بھی شعبہ میں مردوں کے مقابلے میں عورت کی گنجائش نہیں ہے۔برصغیر میں عرصہ دراز سے قائم پدرسری نظام کے تناظر میں بات کرتے ہوئے زاہدہ حنا لکھتی ہیں:

> ''برطانوی تسلط ہندوستانی سماج کو تیزی سے بدل رہا تھا اور مسلم اشرافیہ اس ''نئی ہوا'' سے بے طرح سہمی ہوئی تھی چنانچہ اردو کے متعدد ادیبوں نے زوال آمادہ جاگیرداری نظام کے سائے میں پنپنے

والے پدر سری خاندان کو نئی بنیادیں فراہم کرنے کی کوشش کی۔انھوں نے برصغیر کی مسلمان عورت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرکے اسے تابعدار اور وفاشعار بیوی، جاں نثار ماں، بہن اور بیٹی کے سانچے میں ڈھال کر قدیم وجدید کی اس جنگ میں ہراول کے طور پر استعمال کیا۔یہ ادیب اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ''پدر سری خاندان'' کی بنیاد عورت ہے اور اگر مسلمان عورت کی حالت نہیں سدھرتی اور اس پر جبر کم نہیں ہوتا تو بدلتے ہوئے حالات کے زیر اثر، جلد یا بدیر وہ بغاوت کردے گی جس سے خاندان کی چولیں روز بروز ہلتی ہی جائیں گی۔''(14)

اگر کہیں مدر سری خاندانی نظام کبھی موجود بھی رہا ہے تو بحیثیت مجموعی موجود نہیں رہا،اس وقت بھی کئی اداروں، خاندانوں اور گھروں میں عورتوں کی حکمرانی ہے مگر معاشرے میں انھیں بھی اس طرح کی آزادی اور بے خوفی کی فضا میسر نہیں جیسا کہ مردوں کو میسر ہے۔دراصل عورت اور مرد میں حیاتیاتی فرق کئی جگہ پر انھیں الگ الگ شناخت دیتا ہے اور الگ شناخت کا یہی عمل عملی زندگی میں ان کے لیے کئی قسم کی رکاوٹیں پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ایک مرد معاشرے میں الگ تھلگ اور تنہا رہ سکتا ہے مگر ایک جوان عورت کے لیے اس معاشرے میں ایسا کرنا کسی خطرے سے خالی نہیں ہے۔یہی وجہ اکثر اوقات تانیثی حوالے سے معاشرے میں عورت کے لیے ایک سوالیہ نشان بنتی چلی جاتی ہے کہ آخر ایسا کب تک؟

یہ حقیقت ہے کہ زیادہ تر دنیا کے وسائل اور اقتدار مردوں کے ہاتھ میں رہا ہے۔اور وہ اپنی مرضی سے انھیں استعمال کرتا چلا آیا ہے اور اس کی دنیا میں عورت کو کتنی آزادی دی جاتی ہے یہ بھی اس کی صوابدید پر منحصر رہا ہے۔

حوالہ جات

1۔ اے اے ہاشمی، نوع انسان اور تاریخ وتہذیب عالم، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1977ء، ص6
2۔ ایضاً، ص27-55
3۔ ابوسعید قریشی، عناصر تہذیب، لاہور، مکتبہ اردو، 1940، ص11,13
4۔ ایضاً، ص34,35
5۔ ایضاً، ص37,38
6۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، پاکستانی شاعرات تخلیقی خدوخال، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 2008، ص18
7۔ https://www.express.pk/story/299061/
8۔ سیما صغیر، تانیثیت اور اردو ادب روایت مسائل اور امکانات، نئی دہلی، براؤن پبلیکیشنز، ص26

9۔ sax and character:An investigation of fundamental pronciples by Otto Weninger انڈیا نا یونیورسٹی پریس 1903ء

10۔ محمد مجیب، دنیا کی تاریخ، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، 2005، ص17

11۔ پدر سری معاشرے مظلوم انسانیت اور سامراجی خونی ڈریکولاؤں کی خفیہ بین الاقوامی آمریت مشمولہ مردانہ معاشرہ۔ مظلوم عورت اور جمہوریت، لاہور، فکشن ہاؤس، 2008، ص17

12۔ شافع قدوائی، فکشن مطالعات پس ساختیاتی تناظر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 2010، ص39

13۔ مہ ناز رحمن، عورتیں پدر سری اور سرمایہ داری، ایکسپریس https://www.express.pk/story/299061

۱۴۔ اردو ادب اور پدر سری خاندان از زاہدہ حنا، مشمولہ تانیثیت اور اردو ادب از انور پاشا، دہلی، عرشیہ پبلیکیشنز، ص308,309